Research Journal Ulum-e-Islamia

Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index

ISSN:2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)

E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 30,Issue:02 .(July-Dec) 2023

Published by:Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

سیاسی امور و معاملات میں انتہاء پسندانہ رویےٗ اور منہج نبوی ﷺ سے ان کا تدارک

Extremist behavior in political matters and dealings and remedying them with Minhaj Nabawi (peace be upon him)

Fawad Yaseen

MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Education, LMC Lahore,

abbasifawad786@gmail.com

Dr. Muhammad Sajjad Malik

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lahore, Pakistan, Muhammad.sajad@ue.edu.pk

This research explores the phenomenon of extremist behavior within the realm of political matters and dealings, with a focus on identifying its root causes and manifestations. Drawing inspiration from Minhaj Nabawi (peace be upon him), the prophetic methodology of the Prophet Muhammad, the study aims to examine how the teachings and practices of Minhaj Nabawi can be employed as a remedial framework to address and mitigate extremist tendencies in political contexts. The analysis delves into the historical context, psychological aspects, and socio-political dynamics that contribute to the emergence of extremist behavior. By examining Minhaj Nabawi as a holistic guide, the research proposes practical strategies and interventions for fostering moderation, tolerance, and ethical conduct in political discourse and actions. This study contributes to the broader discourse on countering extremism by offering insights grounded in Islamic teachings and the timeless wisdom of Minhaj Nabawi .

Key Words: Extremist behavior, Political matters, Political dealings, Minhaj Nabawi, Prophetic methodology، Root causes, Manifestations, Historical context, Psychological aspects, Tolerance, Ethical conduct, Political discourse, Islamic teachings, Countering extremism.

مقدمہ

ہم سے یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ اسلام ایک ہمہ گیر نظام کا حامل مذہب اور قانون حیات ہے، جس کا تعلق زندگی کے ہر انفرادی اور اجتماعی شعبہ سے ہے،اور زندگی کے کسی بھی شعبہ کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات کی حدود سے باہر نہیں ہے،رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال سے زندگی کے ہر شعبہ کے لیے راہنمائی کا بھرپور سامان فراہم کیا ہے۔ جنہیں سامنے رکھتے ہوئے زندگی گذارنا دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی کا ضامن ہے۔رسول اکرم ﷺ کی جامع تعلیمات جہاں زندگی کے دیگر شعبوں کے لیے بہترین لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں وہاں ملکی نظام چلانے حکمرانی اور سیاست کے حوالے سے بھی ابدی تعلیمات

فراہم کرتی ہیں، جن پر عمل کرنے سے نہ صرف امت مسلمہ مسائل کے دلدل سے نکل سکتی ہے بلکہ ترقی کے اعلی منازل طے کر کے دنیا کے سامنے ایک مثالی حیثیت حاصل کر سکتی ہے۔

جب سے مسلمانوں نے معاملات اور ملکی و قومی مسائل جیسے اہم شعبوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات کو پس پشت ڈالا اور بہت سارے لوگوں نے اسلام کو عقائد و عبادات تک محدود رکھا، تب سے مسلمان بحیثیت قوم (سیاسی طور پر) زوال پذیر ہے۔ اسلامی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے آجکل معاشرے میں مختلف قسم کے انتہاپسندانہ رویے جنم لے رہے ہیں، ان رویوں کا تعلق انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی ہے۔ اجتماعی انتہاپسندانہ رویے معاشرے کے لے ایسے لاینحل مسائل پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں جن کے دیرپا منفی اثرات قائم رہتے ہیں۔

بہر حال اجتماعی انتہاپسندانہ رویوں میں سے ایک رویہ سیاسی انتہاپسندی بھی ہے، اور اس انتہاپسندانہ رویہ کے بنیادی اسباب وجوہات اور منہج نبوی کی روشنی میں ان کے تدارک کو اس اسائنمنٹ میں تفصیلاً ذکر کیا جائے گا۔

موضوع کا تعارف

انتہاپسندی اور شدت پسندی سے مراد ایسا غیر لچکدار رویہ ہے جس کے نتیجہ میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو نہ سنا جائے، اختلاف رائے کا احترام ختم ہو جائے اور گفتگو اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ مسائل کا حل ممکن نہ ہو انتہاپسندی کہلاتا ہے۔ انتہاپسند کسی دوسرے نظریے اور کسی دوسری سوچ کو اہمیت نہیں دیتا اور صرف اپنے ہی نظریہ کو درست سمجھتا ہے، یہ کسی دوسرے کے عقیدہ، خیالات، نظریہ اور سوچ کو برداشت کر ہی نہیں سکتا بلکہ صرف اپنے عقیدے، نظریے اور خیالات کو تسلیم کرانا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی سوچ کا حامل فرد اور معاشرہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے اور جلد اس کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی انتہاپسندی کی وجہ سے یہ دنیا کئی مرتبہ عالمی جنگوں میں مبتلا ہو کر تباہی اور بربادی کا شکار ہوئی۔

بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں انتہاپسندی کا لفظ صرف مذہب کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، حالانکہ اس لفظ کے دامن میں مذہب کے ساتھ ساتھ سیاست، معاشرت، اخلاق، عقائد و اعتقادات، اور کئی دیگر شعبے بھی آ سکتے ہیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر ہمارا موضوع "سیاسی انتہاپسندی اور منہج نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کا تدارک" ہے۔ تاکہ یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو کہ اصل انتہاپسندی کیا ہے اور اجتماعی انتہاپسندی کا نقصان کیا ہے اور منہج نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کا تدارک کیسے کیا جا سکتا ہے؟

۱۔ انتہاپسندی کی تعریف

انتہاپسندی اور شدت پسندی سے مراد ایسا غیر لچکدار رویہ ہے جس کے نتیجہ میں اپنے عقائد، نظریات اور خیالات کے خلاف کسی دوسرے کی بات کو نہ سنا جائے، اختلاف رائے کا احترام ختم ہو جائے اور گفتگو اور بحث و مباحثہ کے ذریعہ مسائل کا حل ممکن نہ ہو انتہاپسندی کہلاتا ہے۔

انتہاپسندی کی ایک تعریف یہ بھی کی جاتی ہے کہ میانہ روی کو ترک کر دینا، کیونکہ انتہاپسند کوئی بھی ہو وہ چیزوں کو اپنے انداز سے دیکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے میانہ روی چھوڑ کر شدت پسندی اپنا لیتا ہے۔[1]

۲۔ اقسام

انتہا پسندی کی چار بڑی اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ انفرادی انتہا پسندی

۲۔ قومی انتہا پسندی

۳۔ نظریاتی یا سیاسی انتہا پسندی

۴۔ مذہبی یا مسلکی انتہا پسندی

۱۔ انفرادی انتہا پسندی

ذاتی انتقام، کسی چیز کے لالچ، خوف یا کسی ذہنی بیماری کی وجہ سے ہو سکتی ہے، کوئی بھی انسان ان وجوہات کی وجہ سے تشدد کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔

۲۔ قومی انتہا پسندی

اس سے مراد اپنی قوم قبیلہ اور حسب نسب کو دوسروں سے بلند سمجھنا، دوسرے انسانوں کو اپنی قوم یا قبیلہ سے کمتر تصور کرنا ہے اور تمام انسانوں کو یکساں تصور نہ کرنا ہے۔ اس کی واضح مثالیں ہندوستان میں ذات پات کا نظام ہے۔

۳۔ نظریاتی یا سیاسی انتہا پسندی

کمیونزم اور سوشلزم اس کی واضح مثال ہے۔ جس کی وجہ سے روس میں اپنے ہی ہزاروں ہم وطنوں کو اس نظریاتی اختلاف کی بنیاد پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

۴۔ مذہبی یا مسلکی انتہا پسندی

دنیا میں مذہبی یا مسلکی انتہا پسندی بھی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ جیسے ہندوستان میں مذہبی انتہا پسند نعرہ لگاتے ہیں کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے اور وہ کسی دوسرے مذہب کو برداشت نہیں کرتے۔ اسی طرح یہودی غیر یہودیوں کو نچلے درجے کا انسان سمجھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں مختلف مذاہب کے لوگ اپنے فروعی یا مسلکی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے۔ یہ مسلکی انتہا پسندی دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں پائی جاتی ہے۔

انتہا پسندی کے اسباب

یوں تو انتہا پسندی کی مختلف وجوہات ہیں۔ اور ہر قسم کی انتہا پسندی کے اسباب مختلف ہیں تاہم چند اسباب اور وجوہات ایسی ہیں جو کہ ہر قسم کی انتہا پسندی میں قدر مشترک ہیں۔ ان کی وضاحت کے ساتھ ساتھ خاص طور پر سیاسی انتہا پسندی کی وجوہات کو نمایاں طور پر یہاں ذکر کیا جائے گا۔ جو کہ درج ذیل ہیں:[2]

۱۔ جہالت یا دین سے دوری

مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی دینی تعلیمات پر ان کی روح کے مطابق عمل کرنے میں ہے۔ جب تک مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں دینی تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہوں اس وقت تک نہ دنیا میں پوری طرح کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں سرخروئی اور نجات کے مستحق بن سکتے ہیں۔ عصر حاضر میں جہاں عوام دینی تعلیمات سے روگردانی کر کے اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہیں ان سے کہیں زیادہ حکمران طبقہ دینی تعلیمات کو پس پشت ڈال چکا ہے۔ بلکہ اکثر اسلامی ممالک کے سربراہان تو اس کو

نہ کوئی کام سمجھتے ہیں اور نہ ریاستی معاملات میں اسلامی احکامات کی پاسداری کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ بہت سے اسلامی ممالک میں ایسے قوانین رائج ہیں جو اسلامی تعلیمات کے اکثر مخالف ہیں۔

بہر حال ریاستی سطح پر دینی تعلیمات سے دوری کے نتیجہ میں مسلمان سیاسی انتشار، انتہا پسندی جیسے مسائل سے دوچار ہیں۔

۲۔ عالمی اور علاقائی طاقتوں کی کشمکش

سیاسی انتہا پسندی کی ایک بڑی وجہ عالمی اور علاقائی طاقتوں کی کشمکش ہے۔ عالمی قوتیں اور طاقتور قوتیں کمزور ممالک کو دبانے اور ان پر حکمرانی کرنے کے لیے اپنے نظریات کا پروپیگنڈا کرتی ہیں۔ اور اس میں علاقائی طاقتیں ان کی معاونت کرتی ہیں۔ اور عوام الناس عالمی اور علاقائی طاقتوں کی اس کشمکش کے نتیجہ میں پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر سیاسی انتہا پسندی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

۳۔ قیادت کا فقدان (قومی لیڈر شپ کا فقدان)

بد قسمتی سے ہمارے ہاں قیادت کا فقدان ہے، ہمارے پاس کوئی ایسا دیندار یا امانت دار شخص نہیں ہے کہ جسے اس اہل سمجھا جائے کہ وہ ملک کی بھاگ دوڑ سنبھال سکے۔ عوام کے ہاں جو چند ایک لیڈر سمجھے جاتے ہیں ان کی بے دینی، مکاری، دین بیزاری اور جملہ اخلاقی برائیاں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ لہذا جب ہمارے پاس صحیح لیڈر شپ ہی نہیں ہو گی تو لامحالہ سیاسی انتشار اور انتہا پسندی جیسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۴۔ افتراق وانتشار

عصر حاضر میں مسلمان باہمی افتراق وانتشار کا شکار ہیں، باہم سیاسی، مسلکی اور طبقاتی تقسیم کے نتیجہ میں مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت وطاقت کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔

جبکہ مسلمان حکمرانوں اور سیاستدانوں کی ذمہ داری ہے کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے اتفاق واتحاد کے لیے کردار ادا کریں اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے ہر ممکن کاوش بروئے کار لائیں۔

۵۔ رعایا کی خیر خواہی کا فقدان

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی مسائل اور المیوں میں سے ایک بنیادی المیہ عوام اور رعایا کی خیر خواہی کا فقدان ہے۔ زیادہ تر حکمران سیاستدانوں کے دلوں میں رعایا کی خیر خواہی کے جذبات ناپید ہیں، عوام انہیں صرف اس وقت یاد آتی ہے جب انہیں ووٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب مقصد پورا ہو جائے تو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

چنانچہ عوام کی ضروریات کی عدم فراہمی، اور ان کے مسائل کی طرف سیاستدانوں اور حکمرانوں کی عدم توجہ کے نتیجہ میں عوام سیاسی انتہا پسندی کا شکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور اس کا کوئی پرسان حال نظر نہیں آتا۔

۶۔ معاشرتی عدم استحکام

سیاسی انتہا پسندی کی ایک بڑی وجہ معاشرتی عدم استحکام اور استحصال کی وجہ سے پیدا ہونے والی غربت، بھوک، افلاس اور روزگار کے یکساں مواقع دستیاب نہ ہونا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ جنونیت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جو انتہا پسندی کا بنیادی سبب ہے۔

۷۔ قانون کی عدم پاسداری

قانون کی بالادستی کے بغیر کوئی بھی معاشرہ پائیدار امن اور سکون کا گہوارہ نہیں بن سکتا۔ جن معاشروں میں قانون کی پاسداری کی جاتی ہے وہاں جرائم اور فسادات انتہائی کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے اس ملک پاکستان میں امتیازی قوانین پائے جاتے ہیں اور قانون کا استعمال اور اطلاق اکثر امتیازی طور پر کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے بھی سیاسی انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے۔

۸۔ احتساب کا فقدان

انفرادی اور اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لیے احتساب لازمی اور ضروری امر ہے، خواہ افراد میں ہو یا اقوام اور جماعتوں میں، ہر دور کے لیے ترقی کا زینہ ہے، مگر افسوس کہ آج کے دور میں نا افراد کی توجہ خود احتسابی کی طرف ہے اور نہ ہی حکمران اور سیاستدان احتساب کے لیے تیار ہیں۔ جس کے نتیجہ میں معاشرے میں رشوت، کرپشن، دغا بازی اور دھوکہ دہی کا بازار گرم ہے۔ اور جو ادارے ان جرائم کی روک تھام کے لیے وجود میں آتے ہیں وہ خود ان گھناؤنے جرائم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب فریق مخالف کا احتساب نہیں ہوتا سیاسی کشیدگی اور انتہا پسندی جنم لیتی ہے۔

۹۔ عدل وانصاف کی عدم فراہمی

عدل وانصاف کی فراہمی کسی بھی معاشرے یا قوم کی ترقی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں کوئی قوم یا معاشرہ نہ صرف ترقی کرتا ہے بلکہ امن، سکون اور معاشرتی استحکام بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور دیگر خوبیوں سے بھی معاشرہ مالا مال ہوتا ہے۔

لیکن اگر کسی معاشرہ میں عدل وانصاف کو پس پشت ڈال کر مرضی کے فیصلے مسلط کر دیے جائیں اور بااثر طبقہ قانون کی گرفت میں نہ آئے بلکہ مختلف طریقوں اور تاخیری حربوں کے ذریعہ سے قانون کی گرفت سے بچا دیا جائے تو معاشرے میں مساوات کا نظریہ دم توڑ جاتا ہے اور معاشرے میں شدت پسندی اور مختلف قسم کے تعصبات جنم لیتے ہیں۔ چنانچہ یہی فکر اور یہی روش سیاسی انتہا پسندی کا سبب بنتی ہے۔

۱۰۔ کرپشن اور ذخیرہ اندوزی

کسی بھی نظام کو مضبوط اور فائدہ مند بنانے کے لیے انتہائی دیانتداری سے کام کرنے والے ملازمین اور آفیسرز کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نظام میں خرابی اسی وقت شروع ہوتی ہے جب دیانتدار آفیسرز نایاب ہو جائیں۔ کرپشن، بدعنوانی، مالی خرد برد، اور مالی بے ضابطگی نظام کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرز عمل سے معاشرتی عدم استحکام اور استحصال پھیلتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ جنونیت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور یہی بدعنوانی اور سماجی ناانصافی بالآخر سیاسی انتہا پسندی کا سبب بنتی ہے۔

۱۱۔ دعوے اور عمل کا تضاد

سیاسی انتہا پسندی اور کشیدگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکمران اپنی حکومت سے قبل عوام سے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں اور عوام الناس کو سبز باغ دکھائے جاتے ہیں، لمبی لمبی تقریروں سے عوام کو قائل کیا جاتا ہے۔ لیکن اقتدار سنبھالنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ محض باتیں ہی تھیں اور وعدوں میں سے ایک وعدہ بھی وفا نہیں کیا جاتا ایسی صورتحال کے نتیجہ میں عوام اپنے حکمرانوں

اور سیاستدانوں پر بداعتمادی کا اظہار کرتے ہیں اور مسائل حل نہ ہونے کی وجہ احتجاج کا راستہ اختیار کرتے کرتے انتہا پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ تعمیری سوچ کا فقدان

وہی شخص ایک اچھا لیڈر بننے کے قابل ہے جس میں تعمیری سوچ ہو اور قوم کے مسائل سے واقفیت رکھنے کی اہلیت ہو۔ تعمیری سوچ اچھی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے جبکہ بیشتر حکمران طبقہ تعلیم و تربیت سے کوسوں دور نظر آتا ہے۔ اس لیے جب تعمیری سوچ ہی نہیں ہو گی تو ملک ترقی کی راہ پر کیسے گامزن ہو گا۔ جب ملک ترقی نہیں کرے گا تو معاشرتی عدم استحکام آئے گا اور لوگوں میں تشویش پیدا ہو گی، اسی کے نتیجہ میں پھر سیاسی کشیدگی جنم لے گی جو کہ معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔

۱۳۔ قومی مفاد میں فیصلے

ملکی ترقی اور معاشرتی استحکام کے لیے یہ بات انتہائی اہم ہے کہ سوچ سمجھ کر دور رس نتائج کے حامل بروقت اور شکوک و شبہات سے پاک ایسے فیصلے کیے جائیں جو کہ قوم اور معاشرہ کے وسیع تر مفاد میں ہوں، اس لیے کہ وقتی اور جذباتی فیصلے ہمیشہ قوم اور معاشرہ کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوتے ہیں، جن کے مضر اثرات وقت ڈھلتے ہی فوراً واضح ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور اسی قسم کے وقتی اور جذباتی فیصلے ملک و قوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں اور معاشرے میں ذہنی انتشار اور مایوسی کا سبب بنتے ہیں اور یہی فضا سیاسی کشیدگی کا باعث ہوتی ہے۔

۱۴۔ شکوک و شبہات اور ابہامات کو فروغ

اقتدار اور حکومت پر فائز لوگوں کی یہ بھی اہم ترین ذمہ داری ہے کہ وہ معاملات اور مسائل کا ایسا حل تلاش کریں جو ٹھوس بنیادوں پر عوام کو ریلیف دے اور اس کے نتیجہ میں عوام میں کوئی شکوک و شبہات جنم نہ لیں۔ اور ملکی ترقی میں ابلاغ کے ذرائع اور میڈیا کا کردار بہت اہم ہے۔ اس لیے ذرائع ابلاغ کی بنیادی ذمہ داری ہے بغیر تحقیق اور تصدیق کبھی بھی معاشرے میں منفی اخبار نہ پھیلائے ورنہ اس کے نتیجہ میں عوام میں انارکی پھیلے گی اور ملکی ترقی انتشار کا شکار ہو جائیگی۔

۱۵۔ عدم مساوات

سیاسی انتہا پسندی کی ایک وجہ مساوات کا نہ ہونا ہے۔ ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کے لیے ایک ہی قسم کا قانون نافذ کر دیا جاتا ہے جو کہ ایک علاقہ کے لیے تو مناسب ہوتا ہے جبکہ دوسرے علاقے کے اعتبار سے نامناسب ہوتا ہے جس کی وجہ سے تشویش پھیلتی ہے، اس علاقہ کے عوام اس قانون کو اپنے خلاف سازش تصور کرتے ہیں، لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، فتنہ فساد پھیلتا ہے اور سیاسی عدم استحکام آتا ہے۔

سیاسی انتہا پسندی کے نقصانات

سیاسی انتہا پسندی کے مذکورہ بالا اسباب کے نتیجہ میں ملکی، قومی، معاشرتی اور سیاسی طور پر بہت سارے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تاہم ان میں سے چند ایک نقصانات درج ذیل ہیں۔[3]

۱۔ ملکی و سیاسی قیادت میں صداقت و امانت کا خاتمہ

ان اسباب کے نتیجہ میں ملکی وسیاسی قیادت صادق وامین والی خوبی سے محروم ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اپنی مرضی، مفاد اور عقل کے مطابق فیصلے کرتے ہیں، جو کہ عوام پر بہت غلط اثر ڈالتے ہیں۔ عوام کا اہل اقتدار سے اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ یہی بداعتمادی کی فضا اضطراب، بے چینی، انتشار اور ملکی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

۲۔ بدامنی، قتل وغارت گری

جب فیصلے میرٹ کی بجائے اقرباءپروری کے مطابق ہوں گے تو عوام مجبور ہو کر قانون کو ہاتھ میں لے لیں گی، جس کے نتیجہ میں بدامنی اور قتل وغارت گری پھیلے گی۔

۳۔ حقوق العباد کی تلفی

سیاسی قیادت کی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ حق دار کو اس کا حق دہلیز پر پہنچایا جائے، اور حقوق کی ادائیگی کا اہتمام اس قدر کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے کہ عبادات کی ادائیگی میں بھی جسم کے حقوق کو مد نظر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ لیکن جب ملکی نظام اس طرح سے چل رہا ہو کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس تو پھر لوگوں کے حقوق تلف ہوں گے۔ چنانچہ ہر شخص اپنے حق کی وصولی چاہتا ہے اس لیے وہ مجبور ہو کر انتشار پھیلائے گا جس سے سیاسی عدم استحکام آئے گا۔

۴۔ معاشی نقصانات

جب غلط فیصلوں کی بنیاد پر عوام احتجاج کا راستہ اپناتی ہے تو پھر معیشت پر برا اثر پڑتا ہے، اور ملکی سطح پر ایسے معاشی نقصانات ہوتے ہیں جو کہ ملکی ترقی کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔

سیاسی انتہا پسندی کا سد باب (منہج نبوی ﷺ کی روشنی میں)

سیاسی انتہا پسندی کے چونکہ بہت زیادہ نقصانات ہیں جو کہ کسی بھی ملک یا قوم کے لیے ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ بات بہت ہی زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ اس سیاسی انتہا پسندی کا سد باب کیسے کیا جائے تاکہ ان نقصانات سے ملک وقوم کا بچایا جاسکے۔

یوں تو اس کا سد باب ہر نظام میں کہیں نہ کہیں موجود ہو گا تاہم اس کی روک تھام کی جو تدابیر اور ہدایات سیرت نبوی ﷺ سے قولا اور عملا ملتی ہیں اگر ان پر غور وفکر کیا جائے تو ان نقصانات سے یقینی طور پر بچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سیاسی انتہا پسندی سے بچاو کے لیے ہم سیرت نبوی ﷺ کے چیدہ چیدہ پہلو کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ میثاق مدینہ [4]

تاریخ اسلام میں میثاق مدینہ کو بہت بڑی سیاسی اور تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اس سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی اساس موجود ہے۔ اس معاہدہ میں مدینہ کے اس وقت کے معاشرتی اور سماجی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک متفقہ فارمولا تحریری شکل میں ترتیب دیا گیا جس میں بنیادی نقطہ یہ تھا کہ ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ یہ عہد نامہ مدینہ کی سرزمین کے تمام باسیوں (عقیدہ اور مذہب کے لحاظ کیے بغیر) کے مل جل کر رہنے کے لیے ایک آئین تھا۔ مذہبی آزادی پر اتفاق کے علاوہ اس عہد نامہ میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ فریقین کے باہمی تعلقات

خیر سگالی، نیکی و بھلائی کے ہوں گے، مظلوم کی مدد کی جائے گی اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں فریقین ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

اس میثاق سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ سیاسی معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ طرز عمل یہ رہا کہ ہر ممکن حد تک پر امن اور آئینی طریقوں کے ذریعہ حصول اہداف کے لیے کوشش کی جائے۔ یہ الگ بات ہے یہودی قبائل کے عزائم رسول اکرم ﷺ کی ترجیحات سے مختلف تھے جس کی وجہ سے یہ معاہدہ اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔

۲۔ صلح حدیبیہ [5]

رسول اللہ ﷺ کے اس سیاسی طرز عمل اور منہج کا ایک اور مظہر صلح حدیبیہ کے عنوان سے تھا کہ ۶ ھ میں جب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ کعبۃ اللہ کی زیارت کا قصد فرمایا تو حدیبیہ کے مقام پر آپ کو اطلاع ملی کہ قریش نے آپ کی مزاحمت کا فیصلہ کر لیا، یہ ایک مشکل صورتحال تھی لیکن آپ نے غیر جذباتی اور پر امن طریقہ سے حالات کے ساتھ نمٹنے کی کوششیں شروع فرمائی اور مذاکرات کا راستہ اختیار کیا۔ تاریخ اسلام میں اس صلح کو صلح حدیبیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس صلح کی اکثر شرائط بظاہر مسلمانوں کے لیے اہانت آمیز تھیں، لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے یہ پابندیاں محض دو دیگر شقوں کی خاطر مان لیں تھیں جن کے تحت فریقین کے درمیان قبائل عرب کو اس بات کی اجازت دینے پر اتفاق کر لیا گیا تھا

۱۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق قریش مکہ یا مسلمانوں کے درمیان کسی بھی فریق کے حلیف بننے کا اختیار رکھتے ہیں۔

۲۔ نیز یہ کہ صلح کا یہ معاہدہ دس سال تک نافذ العمل رہے گا۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ صلح حدیبیہ کی ان دو شقوں کی وجہ سے خطے میں امن و امان صورتحال کی حالت بہتر ہو گی، تجارتی آمد و رفت میں اضافہ ہوا، لوگوں کو آزادنہ ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کے مواقع ملے۔ بحث و مذاکرہ کے ماحول نے جنم لیا۔ سابقہ جنگی ماحول نے اسلام کی اثر پذیری کا راستہ مسدود کر رکھا تھا لیکن امن کے ماحول کی وجہ سے اس کے بارے میں بہتر ادراک کی فضا پیدا ہو گئی اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

۳۔ فتح مکہ [6]

سیاسی امور میں منہج نبوی ﷺ کا سب سے بڑا مظہر فتح مکہ کے موقعہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے مکہ فتح کرنے کے لیے اس قسم کی تدابیر اختیار فرمائی کہ جن کے ذریعہ سے خون بہائے بغیر مکہ کو فتح کیا جا سکے۔ فتح حاصل کرنے کے بعد بھی آپ نے کسی قسم کا انتقام نہیں لیا بلکہ عمومی معافی کا اعلان کیا۔ جس کی وجہ سے لوگ جوق در جوق ایمان والوں کی صف میں شامل ہو گئے۔

سیاسی انتہا پسندی اور کشیدگی کے خاتمے کے لیے آپ ﷺ کی مبارک سیرت کے عملی مظاہر میں سے تین بڑے اہم ترین مظاہر مختصر اذکر کیا ہے جن سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنی سیاسی فہم و تدبر اور عالی بصیرت سے مذاکرات اور پر امن طریقے سے مقاصد کو حاصل کیا اور سیاسی کشدگی کو پیدا ہونے سے روکا۔

تاہم اس کے علاوہ جو آپ ﷺ کی تعلیمات ہیں ان میں بھی انتہا پسندی کے خاتمہ کے لیے کچھ ہدایات ہیں جو انتہائی ضروری اور قابل عمل ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے فرامین میں سے درج ذیل ہدایات بھی انتہا پسندی کے خاتمہ کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔

انتہا پسندی کا سد باب (تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اہم ہدایات)

ہمیں اسلام کی تمام تعلیمات میں حسن اعتدال کی جھلک ملتی ہے، اعتدال پسندی اسلام کی نمایاں خوبی ہے۔ اسلام سراپا امن مذہب ہے، وہ ہر طرف زندگی کے ہر گوشہ میں امن و سلامتی ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ ہر معاملہ میں اس کا رویہ مصالحت آمیز اور رواداری کا ہے، اس لیے منہج نبوی ﷺ اور تعلیم نبوی ﷺ کی روشنی میں اس ناسور سے جان چھڑانا چاہتے ہیں تو چند ہدایات جو انتہائی ضروری اور قابل عمل ہیں ان کو اپنانا ہوگا۔

پہلی ہدایت : کتاب وسنت سے عملی مضبوطی

انتہا پسندی کی بنیادی وجہ کتاب وسنت سے انحراف ہے، لہذا جب تک امت کتاب وسنت کو مضبوطی سے نہیں پکڑے گی اس انتہا پسندی میں اضافہ ہی ہوگا کمی نہیں آئیگی۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں قرآن وسنت سے عملی تعلق کی مضبوطی کی تاکید فرمائی تھی جیسے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ "[7]

حضرت مالک رح سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں، جب تک انہیں تھامے رکھوگے ہر گز گمراہ نہیں ہوگے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ۔

دوسری ہدایت : اسوہ صحابہؓ

صحابہ کرامؓ اس دین متین کے اولین مخاطب ہیں ان کی عدالت وصداقت، رشد وہدایت، فہم وبصیرت، اور درایت وروایت کو قرآن مجید کی سند حاصل ہے۔ دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ جس کے سلسلے میں ان فیض یافتگان نبوت ﷺ سے روشنی حاصل نہ کی جاسکتی ہو۔ چنانچہ ابن قیم رح صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

"وہ کونسی بھلائی ہے جس کی طرف اصحاب رسول لپکے نہ ہوں، دانشمندی کی وہ کونسی راہ ہے جس پر ان کے قدم نہ پڑے ہوں، اللہ کی قسم وہ پانی کے صاف شفاف چشمہ سے سیراب ہوئے تھے، اسلام کی بنیادوں کو انہوں نے ایسا استوار کیا تھا کہ کسی کے لیے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔"[8]

لہذا ضروری ہے کہ دینی اور دنیاوی دونوں امور میں ان کے طریقہ کی پیروی کی جائے، صحابہ کرامؓ سے ہمارا رشتہ جتنا کمزور ہوگا انتہا پسندی میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔

تیسری ہدایت : فکر اعتدال کی اشاعت

دین کے مزاج کو عام کیا جائے یہ مزاج جس قدر عام ہو گا تشدد اور انتہا پسندی میں کمی واقع ہو گی، اس لیے کہ اگر ایک کنارے کو پکڑا جائے گا تو دوسرا لازماً متاثر ہو گا، اس لیے درمیانی اور بیچ کے حصہ کو پکڑنا چاہیے تا کہ دونوں سروں میں توازن قائم رہ سکے۔ چنانچہ امام ابن قیم رح نے لکھا ہے کہ:

"اسلام مسلک اعتدال کی پیروی پر زور دیتا ہے جو افراط و تفریط کی درمیانی راہ ہے دین و دنیا کی ساری مصلحتیں اعتدال و توازن پر موقوف ہیں کہ یہی عدل و انصاف کی شاہراہ ہے۔"[9]

چوتھی ہدایت: جہالت کا خاتمہ

جہالت انتہا پسندی ہی نہیں بلکہ تمام انحرافات کی جڑ ہے، اس لیے اسلام نے حصول علم کو فرض قرار دیا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَب"[10]

علامہ ابن قیم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

"اگر انسان سب کچھ جان لے مگر اسے معرفت رب حاصل نہ ہو تو گویا وہ بے علم جاہل ہے۔ جب انسان کسی چیز کی حقیقت تک پہنچتا ہے تو پھر صحیح معرفت ہوتی ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لیے علم اور دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی دلیل قرآن و سنت ہے۔ لہذا ہم انتہا پسندی کے تمام پہلوؤں کو ختم کر سکتے ہیں جب ہمارے پاس قرآن و سنت کا حقیقی علم ہو گا۔"[11]

پانچویں ہدایت: انسانی وحدت کی تعلیم سے شدت پسندی کا حل

رسول اللہ ﷺ نے انسانوں سے تمام قسم کی تفریقات ختم کرنے کے لیے غلام کے بیٹے کو کہیں سپہ سالاری عطا کی تو کہیں حبشی کو مؤذن بنا دیا، اور قرآن کریم میں بھی اسی انسانی وحدت کی تعلیم کے لیے کئی مرتبہ اے لوگو یا اے انسانو کے محبت بھرے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے تا کہ کسی بھی قسم کی انسانوں کے مابین نفرت، انتشار یا انتہا پسندی پیدا نہ ہو

چھٹی ہدایت: مساوات و اخوت

اس بھائی چارے کا مقصد بھی جاہلی تعصبات کا خاتمہ اور رنگ و نسل، قوم و وطن کے امتیازات کے نشان مٹانا تھا اور تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنا ہے۔ مؤاخات مدینہ اس حوالہ سے قیامت تک مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

ساتویں ہدایت: نرم خوئی اور برداشت

اسلام ایسے تمام رویوں کی مذمت کرتا ہے جو انتہا پسندی پر مبنی ہوں، چنانچہ قرآن مجید میں سیدنا موسیٰؑ کو دربار فرعون میں جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت دی گئی کہ:

"فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى"[12]

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس سے بات کرو نرم بات شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دین اسلام نرمی اور میانہ روی اختیار کرنے کے احکامات دیتا ہے۔ اور انتہا پسندی اور نفرت کی تمام صورتوں سے منع کرتا ہے۔

آٹھویں ہدایت: نوجوانوں کی دینی اور فکری تربیت

نوجوانوں کی دینی، علمی اور فکری اعتبار سے صلاحیتوں کو نکھارنا،ان کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانا،اورانہیں سنجیدہ، مفیداور نتیجہ خیز کام کی طرف مائل کرنااوران کے وقت کو دنیااور آخرت میں نفع بخش اور مفید کاموں میں مشغول کرنا۔اس حوالے سے بیداری شعور کے دینی مراکز کو موثر بنانا،مزید برآں انہیں معقول ضابطوں میں ڈھالنا،ان کی کڑی نگرانی کرنا،اوران کی نگرانی صرف ان حضرات کے سپرد کرناجو دیانت وامانت کے علاوہ اپنے ذاتی کردار، اخلاق،اور طور طریق میں اچھی سیرت کے حامل ہوں۔

نویں ہدایت: غلو سے اجتناب

انفرادی اور اجتماعی حوالے سے افراط و تفریط کی طرف مائل افراد کی حوصلہ شکنی کرنا،اس لیے کہ ایسے افراد ہی ذہنی انتشار اور جنون کا باعث بنتے ہیں۔جب ان سے اجتناب کیاجائے گاتو شدت پسندی اور انتہاپسندی میں کمی ممکن ہے۔

دسویں ہدایت: اختلافی مسائل سے اجتناب

باہمی اختلاف سے نفرتیں پھیلتی ہیں، لہذاایسے اختلافات جن سے کسی قسم کی شدت پسندی پیداہوسکتی ہوان سے حتی الامکان بچنا بہت ضروری ہے۔البتہ اختلاف کی صورت میں دوسرے کے حقوق کو تلف نہ کیاجائے،اور اختلاف کے دائروں میں فرق واضح طور پر سمجھااور سمجھایاجائے،احترام کادامن ہر گز نہ چھوڑاجائے۔

گیارہویں ہدایت: سوشل میڈیایاذرائع ابلاغ کامثبت استعمال

سوشل میڈیاپر پھیلنے والے اشتعال انگیز مواد کوروکاجائے اور مثبت مواد عام کیاجائے، سوشل میڈیامیں کردار ادا کرنے کے لیے اساتذہ، مبلغین اور طلباء کی باقاعدہ تربیت کی جائے۔

بارہویں ہدایت: مثبت تقریر وتحریر

معاشرتی زندگی کے اہم ترین پہلو مثبت تقریر وتحریر کے ذریعہ سے اپناپیغام دوسرے کودیاجائے۔ منفی پراپیگنڈہ سے اپنے دامن کوپاک رکھاجائے تاکہ معاشرے میں کسی بھی قسم کی شدت پسندی نہ پھیل سکے۔

خلاصہ

انتہاپسندی کی کوئی بھی صورت ہوخواہ کسی بھی معاشرے میں ہو، یہ انتہائی غلط رویہ ہے، جس کی کسی بھی طرح سے پذیرائی ممکن نہیں ہے بلکہ ہر حال میں اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں یہ لفظ صرف مذہب کے ساتھ جوڑ دیاجاتاہے، حالانکہ اس لفظ کے دامن میں مذہب، سیاست، معاشرت، اخلاق، عقائد واعتقادات اور کئی دیگر شعبے بھی آسکتے ہیں۔ تاہم مجوزہ عنوان کے پیش نظر انتہاپسندی کے اس مخصوص شعبہ (سیاسی انتہاپسندی) کوقدر تفصیلاذکر کیاہے۔چنانچہ اس ضمن انتہا پسندی کی تعریف، اقسام، انتہاپسندی کے اسباب اور نقصانات کے پہلو کواجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ، منہج نبوی ﷺ اور تعلیمات نبوی کی روشنی میں اس کے تدارک کی عملی صورتیں ذکر کرنے کے ساتھ چند اہم ہدایات ذکر کی گئی ہیں تاکہ ہمارا معاشرہ اس ناسور سے مکمل نجات پاکر باہمی امن وسکون، محبت واخوت اور بھائی چارے کی فضامیں زندگی گذار سکے۔

1 ششماہی مجلہ الابصار، جنوری تا جون، ۲۰۲۲ء، ڈیپارٹمنٹ آف فقہ اینڈ اسلامک سٹڈیز اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، جلد ۱، شمارہ ۱۔

By annual Majla Al-Absar, January to June, 2022, Department of Fiqh and Islamic Studies, Islamia University Bahawalpur, Volume 1, Issue 1

2 مرجالوی حافظ زبیر بن خالد، التبیان خطبات، التبیان اسلامک سنٹر لاہور، ۱۴۴۴ھ، خطبہ نمبر ۱۹۱۔

Mirjalvi Hafiz Zubair bin Khalid, Al-Tabayan Khutbat, Al-Tabayan Islamic Center Lahore, 1444 AH, Khutba No. 191

3 مجلہ ماہانہ اسوہ حسنہ، جامعہ ابی بکر الاسلامیہ، کراچی، اگست ۲۰۱۷، ص ۵،۶۔

Monthly Magazine Aswa Hasna, Jamia Abi Bakr Islamia, Karachi, August 2017, pp. 5, 6.

4 ابن ہشام ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری، السیرۃ النبویہ، مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۹۷۷ء، ۲/۱۶ تا ۱۹۔

Ibn Hisham Abu Muhammad Abdul Malik Ibn Hisham Ibn Ayub Hamiri, Al-Sirat al-Nabawiyya, Muktaba Farooqiyya, Multan, 1977, 2/16 to 19

5 ابن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، بیروت، ۲/۱۷ تا ۱۹۔

Ibn Jarir al-Tabari, Tarikh al-Ummum wal-Muluk, Beirut, 2/17 to 19

6 تاریخ الامم والملوک، ۱۱۰ تا ۱۴۰۔ زیر عنوان ذکر الخبر عن فتح مکہ۔

Tarikh al-Umm al-Muluk, Under the title Zikr al-Khobar on the conquest of Makkah pp.110, 140.

7 مالک بن أنس بن مالک بن عامر الأصبحي المدني، المؤطا، دار إحياء التراث العربي، بیروت – لبنان، ۱۴۰۶ھ، باب النہی عن القول بالقدر، حدیث نمبر ۳۔

Malik bin Anas bin Malik bin Amir al-Subhi al-Madani, al-Mawta, Dar Ihya al-Trath al-Arabi, Beirut-Lebanon, 1406 AH, Chapter Al-Nahi an-Qulul-Bal-Qadr, Hadith No. 3

8 ابن قیم ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر، اعلام المؤقعین عن رب العالمین، دار ابن الجوزیہ، ۱۴۰۹ھ، ۱/۱۵۔

Ibn Qayyim Abu Abdullah Muhammad Ibn Abu Bakr, Illam al-Muqa'in from the Lord of the Worlds, Dar Ibn Al-Jawziyya, 1409 AH, 1/15

9 ابن قیم ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر، اغاثۃ اللھفان فی مصاید الشیطان، دار ابن الجوزیہ، ۱۴۰۶ھ، ۱/۱۳۱۔

Ibn Qayyim Abu Abdullah Muhammad bin Abu Bakr, Ighasat al-Hafan fi Masayed al-Shaitan, Dar Ibn Al-Jawziyya, 1406 AH, 1/131.

10 ابن ماجة أبو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن، الناشر: دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي، باب فضل العلماء والحث علی العلم، حدیث نمبر ۲۲۴

Ibn Majah Abu Abdullah Muhammad bin Yazid Al-Qazwini, Sunan, Publisher: Dar Ihya Al-Kutub Al-Arabi - Faisal Isa Al-Babi Al-Halabi, Chapter Fazl al-Ulama wa Hath Ali Al-Ilam, Hadith No. 224

11 اغاثۃ اللھفان ۶۸۔

Aghasatul-Hafan, pp. 68

12 القرآن ۲۰:۴۴۔

Quran 44:20.